الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

کیا صحابہ نے ہاتھ پائوں چومے

تصنیف

رئیس التحریر، مناظر اہلسنّت، سرمایہ اہلسنّت، حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ
محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی (بہاولپور)

بااہتمام
محمد کاشف اشرفی عطاری

ناشر

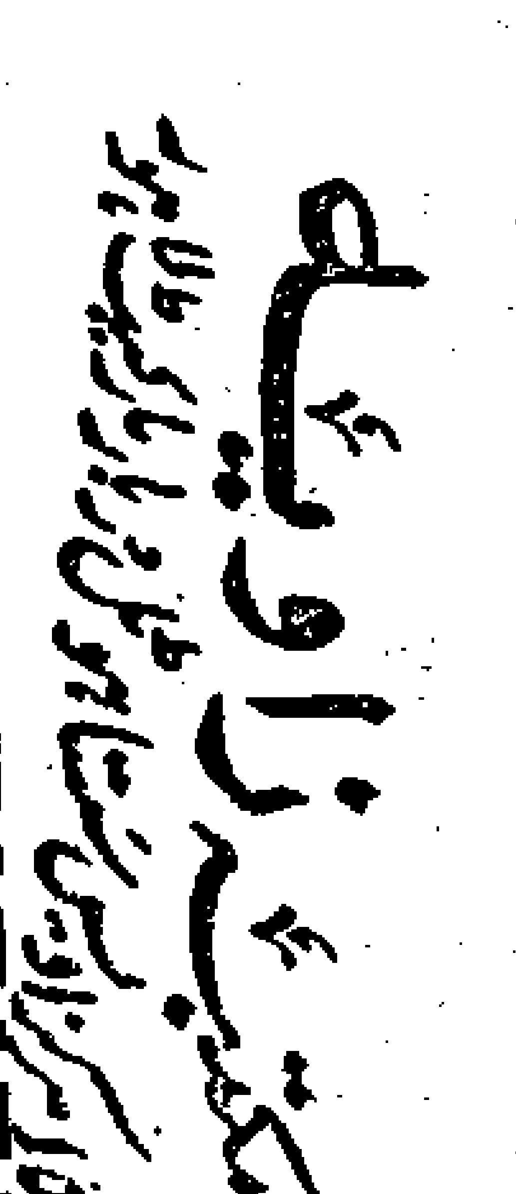
قطب مدینہ پبلشرز

کھارادر، کراچی

Phone: 243 2429

Mobile #: 0303-7286258

www.trueteaching.com



نام کتاب : کیا صحابہ نے ہاتھ پاؤں چومے
مصنف : ملک التحریر مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ
محمد فیض احمد اویسی رضوی صاحب
باہتمام : محمد کاشف اشرفی عطاری
ناشر : قطب مدینہ پبلشرز، کھارادر، کراچی۔ Tel:2432429 Mobile: 0303-7286258
اشاعت جدید : اکتوبر 2000ء، رجب المرجب 1421 ہجری
صفحات 68
بائنڈنگ : الریحان گرافکس 4920983
قیمت :

ملنے کا پتہ

۱۔ مکتبہ اویسیہ رضویہ، سیرانی روڈ، بہاولپور
۲۔ مکتبہ غوثیہ، فیضانِ مدینہ مرکز سبزی منڈی نمبر ۱، کراچی فون : 4943368
۳۔ مکتبۃ المدینہ فیضانِ مدینہ مرکز سبزی منڈی / شہید مسجد کھارادر، کراچی فون : 2314045
۴۔ مکتبہ المصطفیٰ / ۵۔ مکتبہ قاسمیہ رضویہ ایرائٹ کارنر، سبزی منڈی، کراچی
۶۔ ضیاء الدین پبلشرز، شہید مسجد کھارادر، کراچی فون : 203918
۷۔ مکتبہ رضویہ، گاڑی کھاتہ، آرام باغ، کراچی فون : 2637897
۸۔ مکتبہ البصری، چھوٹی گٹی، حیدر آباد سندھ فون : 641926
۹۔ مدنی کیسٹ ہاؤس، مرکز اویس، دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
۱۰۔ سنی کتب خانہ۔ مرکز اویس، دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
۱۱۔ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
۱۲۔ قادری کتب خانہ، ۹۰ سیٹھی پلازہ، علامہ اقبال چوک، سیالکوٹ فون : 591008
۱۳۔ مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار راولپنڈی فون : 552781
۱۴۔ مکتبہ غوثیہ عطاریہ، ریل بازار، وزیر آباد ضلع گجرانوالہ۔
۱۵۔ مکتبہ المعراج چوک گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ
۱۶۔ مکتبہ اویسیہ، آگرہ تاج لیاری، کراچی
۱۷۔ مکتبہ قطبِ مدینہ، صابری مسجد، رنچھوڑ لائن، کراچی
۱۸۔ صفہ پبلشرز، سولجر بازار، گلزار حبیب مسجد، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

پیش لفظ

فقیر کا رسالہ ہاتھ پاؤں چومنا، ایک عرصہ پہلے باب المدینہ کراچی (پاکستان) سے شائع ہوا۔ وہ ایک فتویٰ کی صورت میں ہے۔ یہ رسالہ جامع وضخیم ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صحابہ کرام وائمۂ عظام اور علماء کرام کا عمل تقبیل الید والرجل تفصیل سے مذکور ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے بڑھ کر اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ ان کے فعل پر خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہرِ ثبت فرمائی۔

رسالہ کی ترتیب وتدوین اور کتابت میں بھی محترم حضرت مولانا اقبال احمد اختر القادری اور مولانا سرفراز اختر القادری نے بڑا تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور فقیر اور تمام مستفیدین قارئین کے لئے توشۂ راہِ آخرت بنائے۔ (آمین)

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ
۷ رشعبان ۱۴۱۹ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الرؤف الرحیم وعلی آلہ واصحابہ وجندہ الکریم واولیاء امتہ وعلماء امتہ الذین اقاموا الدین القویم۔

اولیاء کرام علماء عظام اور اساتذہ و والدین ودیگر باعزت دینی شخصیات صلحاء کے ہاتھ پاؤں اور محبوبانِ خدا اور دیگر اللہ تعالےٰ کی پیاری چیزوں کو چومنا مستحب ہے۔ اس کا انکار صرف اور صرف ان لوگوں کو ہے جو نجدی وہابی تحریک کے حامی یا اس سے متاثر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تبرکات کو شرک کہتے ہیں، ورنہ بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا اور تبرکات سے فیوض و برکات حاصل کرنا صحاح کی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ تبرکات کے متعلق فقیر کی کتاب "احسن البرکات فی التبرکات" کا مطالعہ کریں۔ ہاتھ پاؤں چومنا وغیرہ کیلئے یہی کتاب "ہاتھ پاؤں چومنا" ہدیہ ناظرین ہے۔ اس کا عربی نام ہے "تکمیل الحسنات فی تقبیل المتبرکات"

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ تعالےٰ علی حبیبہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بروز جمعرات ۲۳ ج ا ۱۴۰۸ھ ۱۴ جنوری ۱۹۸۸ء

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ۔ بہاولپور، پاکستان

مقدمہ

چند امور عرض کر دوں جن سے مسئلہ سمجھنا آسان ہو۔

(۱) ہاتھ پاؤں چومنا تبرکات کی قسم ہے کہ ہاتھ پاؤں چومنے کا مقصد ان سے برکت حاصل کرنا ہوتا ہے یا ان سے محبت و عقیدت کا اظہار، جو از علامات ایمان واسلام ہے۔

(۲) قرآن مجید واحادیث مبارکہ کی تعلیم سے ثابت ہے کہ محبوبانِ خدا اور ان کی متعلقات کی تعظیم و تکریم عین اسلام ہے لیکن تحریکِ نجدیت کا اصول ہے کہ تعظیم غیر اللہ شرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اصول میں اس قسم کے تعظیمی امور شرک ہیں، بالخصوص اہلسنت کے معمولات کے تو وہ سخت دشمن ہیں۔

درسِ قرآن

(۱) آیت وَادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا وَّقُوۡلُوۡا حِطَّۃٌ (بقرہ) اے بنی اسرائیل تم بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔

فوائد (۱) بیت المقدس (انبیاء علیہم السلام) کی آرام گاہ ہے۔ اس کی تعظیم اس طرح کرائی گئی کہ وہاں بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے جانے کا حکم فرمایا (۲) متبرک مقامات پر توبہ جلد قبول ہوتی ہے

(۲) وَقَالَ لَهُمۡ نَبِيُّهُمۡ اِنَّ اٰيَةَ مُلۡكِهٖۤ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ

اَلتَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (البقرہ۔ ۲۴۸)

بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کو چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی کہ اٹھا لائیں گے اس کو فرشتے۔

فوائد (۱) خازن و روح البیان و تفسیر مدارک اور جلالین وغیرہم نے لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء کی تصاویر (یہ تصاویر کسی انسان نے نہ بنائی تھیں بلکہ قدرتی تھیں) اُن کے مکاناتِ شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کا عمامہ وغیرہ تھا بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لئے اس کو سامنے رکھتے تھے جب خُدا سے دُعا کرتے تو اس کو سامنے رکھ کر دُعا کرتے تھے۔

(۲) بزرگانِ دین کے تبرکات سے فیض لینا، ان کی تعظیم کرنا قرآنی تعلیم ہے اور اسے شرک و بدعت کہنا نجدی، وہابی تحریک ہے۔

مزید آیات اور ان کی تشریحات فقیر کی کتاب (البرکات) میں ملاحظہ فرمائیں۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت اسماء بنتِ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا کے پاس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ شریف تھا اور مدینہ طیبہ میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ وہ دھو کر اس کو پلاتی تھیں۔

۲ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف فرما ہوئے اور ان کے مشکیزے سے منہ مبارک لگا کر پانی پیا، انہوں نے برکت کے لئے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا (مشکوٰۃ شریف اللباس)

فوائد (۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تبرکات کو محفوظ رکھتے تھے۔ (۲) حصول برکت کی خاطر ہی یہ حفاظت مقصود تھی (۳) مافوق الاسباب کے طور بیماریوں کی شفاء کے قائل تھے (۴) وسیلہ کے طور ہی ان تبرکات کو استعمال فرماتے۔

(۰) شفا شریف میں ہے:

كان عبد الله بن عمر رضي الله عنهما يضع يده على المنبر الذي يجلس رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في الخطبة ثم يضعها على وجهه

(شفا شریف،) (فتح الباری شرح بخاری ص۵، جلد۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس منبر پر ہاتھ رکھ کر ہاتھوں کو چومتے تھے جس پر بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے۔

فائدہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا اتباع بالسنتہ مشہور ہے اگر مقدس مقامات و شخصیات کا چومنا شرعاً ممنوع ہوتا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایسا ہرگز نہ کرتے۔

(۴) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت کبشہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے اور ان کے مشکیزہ کو منہ مبارک لگا کر پانی نوش فرمایا۔ کبشہ صحابی رضی اللہ عنہ نے مشکیزہ کی اس جگہ کو کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ (مشکوٰۃ باب الاطعمہ والاشربہ)

فائدہ: یہ تبرک سے پیار کی دلیل ہے یہی ہم کہتے ہیں کہ تبرکات (برکت والی چیزیں) سے پیار کرنا انہیں چومنا سُنّتِ صحابہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۵) سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی ٹوپی میں حضور اکرم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بال مبارک رکھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اسی بال مبارک کی برکت سے مجھے فتح نصیب ہوتی ہے۔ (تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ "موئے رسولؐ")

(۶) بخاری شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضو فرمایا، وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھ لیا۔ صحابہ حضرت بلال کی طرف دوڑے اور حضور علیہ السلام کے غسالہ مبارکہ کو منہ پر مل لیا کسی نے اس کی تری ہاتھوں پر مل لی۔ تبرکات سے

پیار اور اس کے متعلق توضیحات فقیر کے رسالہ البرکات فی التبرکات میں پڑھئے۔

(۷) ہمارا اس گروہ سے کوئی تعلق نہیں جو ہاتھ پاؤں چومنے اور عتبہ بوسی کے بہانے مشائخ (پیرانِ عظام حقیقی اولیاء) اور ان کے مزارات کو سجدہ کرتے ہیں۔ عوام جہلاء کی بات تو ویسے بھی غیر معتبر ہے۔ بہت سے بڑے مشاہیر حسن نظامی دہلوی جیسے مولوی نما لیڈر جواز کے قائل ہیں۔

بلکہ بعض جہلاء نام نہاد پیر مریدین سے سجدے کراتے ہیں لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اسی لئے مخالفین عوام کو دھوکہ دے کر ایسے مذکورہ بالا لوگوں کے حوالے سے اہلِ حق کو بدنام کرتے ہیں، بلکہ یہ لوگ چونکہ نجدی تحریک کے دلدادہ ہیں اسی لئے موقعہ کی تاڑ میں رہتے ہیں۔ اکثر عوام اگرچہ مزارات یا معزز شخصیات کو کبھی سجدہ نہیں کرتے اور نہ ہی سجدہ کے قائل ہیں، صرف مزارات یا معظم شخصیات کو چومتے ہیں تو مخالفین نے آسمان کو سر پر اُٹھایا ہوا ہے۔ ان کے بچے بچے کی زبان پر ہے کہ سُنّی لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ ان کا دھوکہ اور سفید افتراء و بہتان ہے، جس کی سزا انہیں قیامت میں ملے گی اور خُوب ملے گی (ان شاء اللہ)

(۸) بلکہ یہ ظلم عظیم ہے کہ نجدیوں نے اپنے محاذوں و مراکز میں ہمارا قبوری مذہب مشہور کر رکھا ہے۔ اس موضوع پر فقیر نے عربی اُردو میں درجنوں رسائل دیکھے ہیں اور غیر مقلدین و دیوبندی ہند و پاک میں ہمیں قبر پرست کہتے ہیں۔ حالانکہ ہم بدلائل ثابت کر چکے ہیں کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی پیر فقیر غوث قطب ابدال نبی اور رسول کو سجدۂ عبادت کرنا شرک اور کفر ہے اور سجدۂ تعظیم حرام و گناہِ کبیرہ ہے۔ اگرچہ سجدۂ تعظیمی بعض فقہا کے نزدیک جائز ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات شریف

جلد ۲ میں فرمایا کہ

بعضے از فقہا ہر چند سجدہ تحیت لسلاطین تجویز نمودہ اند بلفظہٖ۔

اسی طرح فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص۱۰ میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے ارشادات سے ثابت ہے مگر ہم اس کے جواز کے قائل نہیں بلکہ قائل کو مکروہ نگاہوں سے دیکھتے ہیں امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سجدۂ تعظیم کو سختی سے روکا اور اس پر ایک کتاب لکھی ہے۔

(۹) مشائخ عظام کے سامنے زمین بوسی، ان کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے، کیونکہ مردانِ خدا شعار اللہ ہیں اور تعظیم شعائر اللہ بحکم

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ الاٰية باعثِ تزکیۂ قلوب ہے۔ کوہِ صفا و مروہ صرف حضرت ہاجرہ و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے قدوم میمنت لزوم کے آثار کی وجہ سے شعائر اللہ قرار پائے۔ حضرت ہاجرہ زوجِ نبی ہونے کی وجہ سے صحابیہ ہیں اور صحابی ولی ہوتا ہے۔ پس جس جگہ ولی کے قدم لگے وہ مقام شعائر اللہ قرار پایا، تو جس جگہ خود ولی اللہ ہوں، کیوں شعائر اللہ میں داخل نہیں! آج کل کے بعض خشک زاہد اور خود پسند لوگ جب کسی درویش کو اپنے شیخ کے سامنے عشق و محبت کی بناء پر زمین بوسی یا قدم بوسی کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو پیچ و تاب کھا کر جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو جی سجدہ ہو گیا، یہ ہو گیا، وہ ہو گیا۔

ہم چاہتے ہیں کہ پہلے مختصر تعریف سجدہ کی کر دیں تاکہ ناظرین کو آئندہ مضمون کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

(۶) شرعی سجدہ

السجدة وضع الجبهة على الارض على طريق العبادة۔ یعنی بطریق عبادت پیشانی زمین پر رکھنے کا نام سجدہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ حکم مطلق نہیں کہ جب بھی کوئی سر زمین پر رکھ دے تو سجدہ ہو جاتا ہے، بلکہ مقید ہے کہ عبادت کی نیت بھی ہو۔ سات اعضاء باقاعدہ

زمین پر رکھنے کے علاوہ نیت بھی سجدہ کی ہو، کیونکہ بحکم حدیث صحیح انما الاعمال بالنیات۔ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اگر کوئی مرید، پیر کو خُدا سمجھ کر سجدۂ عبادت کرے تو بحکم شریعت کافر ہے مشرک ہے، بے ایمان ہے، ایسا مرید مرتد و مردود ہے اور پیر کے لئے باعثِ بدنامی ہے۔ ایسے مرید کو رد کر دینا چاہیئے۔

حکمِ نبوی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیشانی پر، دونوں ہاتھوں پر، دونوں گھٹنوں پر، پاؤں کے پنجوں پر۔ الخ (بخاری ومسلم)

اس ارشاد نبوی سے صاف حکم ہے کہ سجدہ صرف سَر جھکانے کا نام نہیں، سجدہ شرعی تب ہوگا جب نیّتِ سجدہ کے ساتھ سات ہڈیاں زمین پر لگیں ورنہ وہ شرعی سجدہ نہ ہوگا بلکہ لغوی سجدہ ہوگا اور لُغوی سجدہ حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

⑦ سجدہ کی لغوی تحقیق سجدہ کے معنی اصل لغت میں فرمانبرداری اور فروتنی کے ہیں

چنانچہ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں

اِنَّ السُّجُوْدَ فِیْ اَصْلِ اللُّغَتِ ھُوَ الْاِنْقِیَادُ وَالْخُضُوْعُ (تفسیر کبیر ص۲۸ ج۱)

سجدہ انقیاد و خضوع ہے۔ پس اس معنی کے لحاظ سے اگر کسی کی زبان سے اپنے شیخ کے متعلق لفظ سجدہ نکل گیا تو کیا مضائقہ ہے، یہ ضروری نہیں کہ جہاں بھی لفظ سجدہ آجائے اس سے مراد سجدہ عبادت ہی ہو۔

امام فخرالدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر ص۳۱۵ جلد ۵ میں لکھتے ہیں

اَنْ یَّکُوْنَ الْمُرَادَ وَمِنَ السُّجُوْدِ الْاِسْتِسْلَامُ وَالْاِنْقِیَادُ یُقَالُ سجدۃ البعیر اذا طاطا راسہ لیرکب وسجدت النخلۃ اذا مالت لکثرۃ الحمل۔

کبھی سجدے سے مراد فرمانبرداری ہوتی ہے، جب اونٹ سوار کے لئے سر نیچا کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اونٹ نے سجدہ کیا، اور کھجور جب پھل کے بوجھ سے جھکتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ کھجور نے سجدہ کیا۔

پھر لکھتے ہیں:

ان السجود علی نوعین سجود ھو عبادۃ کسجود المسلمین للہ تعالیٰ وسجود ھو عبادۃ عن الانقیاد للہ تعالیٰ۔

سجدہ دو قسم پر ہے ایک عبادت کا جیسے مسلمان نماز میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔ دوسری قسم سجدہ وہ عبادت ہے صرف فروتنی اور فرمانبرداری سے۔

ازالہٴ وہم اگر کسی عاشق صادق کے کلام میں غیر اللہ کے لئے لفظ سجدہ آیا ہے تو انہی معنوں میں ہے۔

حوالہ جات ① حضرت مولانا روم قدس سرہ العزیز مثنوی شریف دفتر ۲ میں بذکر حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ایک دفعہ برلب دریا کچھ سی رہے تھے اتنے میں ایک امیر آگیا جو آپ کا مرید تھا۔ اس نے حضرت ابراہیم ادھم کو سجدہ کیا چنانچہ فرمایا ؂

آں امیر از بندگان شیخ بود ۔ شیخ را بشناخت و سجدہ کرد زود

دفتر اول صفحہ ۹۵ میں فرماتے ہیں ؂

آں گروہے کہ رہیدند از وجود ۔ چرخ و مہر و ماہ شاں آرد سجود

یعنی جو لوگ اپنے وجود خودی سے چھوٹ گئے ہیں آسمان اور سورج و چاند سب ان کو سجدہ کرتے ہیں۔

یہاں بھی محض تعظیم مراد ہے نہ کہ سجدہٴ عبادت (معاذ اللہ)

② مشکوٰۃ شریف کتاب الرؤیا ص۳۹۶ میں حضرت ابی خذیمہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کیا ہے۔ پھر بیداری میں یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔

فاضطجع لہ وقال صدق رؤیاک فسجد علی جبہتہ۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے اور فرمایا اپنی خواب کو (سجدہ کرکے) سچی کر۔

حضرت ابی خزیمہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کیا۔

③ ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے:

لما قدم معاذ من الشام سجد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما ھذا یا معاذ قال اتیت الشام فوافقتہم یسجدون لاساقفتہم۔ الخ

جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ شام سے واپس آئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ یہ کیا ہے حضرت معاذ نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شام میں دیکھا ہے کہ وہ لوگ اپنے علماء کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے چاہا کہ میں بھی آپ کو سجدہ کروں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کہ اگر میں غیر اللہ کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

شرح الحدیثین ① حدیث اول جو مشکوٰۃ سے بروایت ابی خزیمہ مرقوم ہوئی۔ اس میں صاف لفظ سجدہ کا ہے...... حضرت ابی خزیمہ رضی اللہ عنہ کو خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی اجازت فرمائی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ بظاہر صورت سجدہ کی تھی، مگر حضرت ابی خزیمہ کی نیت نہ سجدہٴ عبادت کی تھی، نہ سجدہٴ تعظیم کی، ورنہ ہرگز آپ اجازت نہ فرماتے۔ یہ

محض تعظیم بصورتِ سجدہ تھی اور اس کا بصورت سجدہ ہو جانا ایک امر اتفاقی تھا جو قابل مواخذہ نہیں۔ اور لفظ سجدہ اس حدیث میں باعتبار لغت کے ہے، نہ باعتبار منقول شرعی کے۔ اور ایسے محاورے احادیث بلکہ قرآن میں بکثرت ہیں (تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی کتاب شرح البخاری)

حدیث۔ لم یکذب ابراھیم الا ثلث کذبات۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جو لفظ کذب آیا ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے۔ کہ درحقیقت یہ کذب نہیں ہیں۔ چونکہ ظاہر صورت کذب کی ہے، لہٰذا حدیث میں بھی لفظ کذب وارد ہوا۔ کلام عرب بلکہ قرآن و حدیث میں محاورہ شائع و ذائع ہے، جو ذی علم حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ ہم قرآن پاک سے اس پر دو مثالیں ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔

(۳) ساحران فرعون جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تو انہوں نے فرعون کو مخاطب کرکے فرمایا

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا

اے فرعون! تو ہم سے عیب نہیں پکڑتا۔ مگر یہ کہ ہم اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ ایمان لائے ہیں

پس اس آیت میں ایمان لانا عیب کہا تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ چونکہ فرعون کے زعم باطل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی پر ایمان ایک عیب تھا اسی محاورہ کے ماتحت

وَمَا تَنْقِمُ .... الخ وارد ہوا۔

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْا اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا میں نور کو نار کہا گیا۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کے خیال مبارک میں وہ نار تھی، لہٰذا قرآن پاک میں بھی اس کو نار کہا گیا حالانکہ بالاتفاق وہ نورِ الٰہی تھا۔

شرح حدیث دوسری حدیث وہ یہ کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کو سجدہ کیا اور آپ نے منع فرمایا، مگر نہ تو حکم کفر کا لگایا اور نہ تجدید نکاح و تجدید اسلام کرایا، جس سے ثابت ہوا کہ یہ سجدہ عبادۃ نہ تھا، ورنہ تجدید اسلام و نکاح ضرور کراتے۔ ہاں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی نیت سجدۂ تعظیم کی ہوگی اور سجدۂ تعظیم شرک نہیں کہ تجدید اسلام کی ضرورت ہوتی بلکہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سجدۂ تعظیم حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ مگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے چونکہ بے خبری میں کیا تھا لہٰذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب نہیں فرمایا اور نہ ہی ناراضگی فرمائی بلکہ معمولی الفاظ میں منع فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ کلام مشائخ اہل حق میں بھی جس جگہ لفظ سجدہ وارد ہوا ہے، اس سے قدم بوسی یا زمین بوسی یا محض تعظیم مراد ہے۔ مشابہت صوری چونکہ اتحاد ذاتی مستلزم نہیں (کما لا یخفے علے

اھل العلم) پس ایسا کرنے والے کو حکم کفر لگانا یا سجدۂ شرعی کا مرتکب کہنا بعد از انصاف بلکہ صریح ظلم ہے۔ اور یہ ظلم خود انہیں نقصان دے گا کیونکہ جن لوگوں کے لئے دست بوسی اور پاؤں چومنے و دیگر مقدس اشیاء کو چومنے کا ثبوت ہم پیش کر رہے ہیں اُن میں وہ بندگان خدا ہوتے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"مَنْ عَادٰی لِیْ فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ"

جو بھی میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے میرا اس کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے

اس لئے یاد رکھئے کہ عاشقانِ الٰہی پر طعن اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا اور اُن کو ملامت کرنا وغیرہ ایسی روحانی مہلک بیماریاں ہیں کہ جن کے مریض بہت کم شفایاب ہوتے ہیں متنبی نے کیا خوب کہا ہے ؎

القلب اعلم یا عذول بدائہ : واحق منک بجفنہ وبمائہ

یعنی اے ملامت کرنے والے جاہل (عاشقوں کے حال سے بےخبر) میرا دل اپنے دردِ عشق کو بہت جانتا ہے اور وہ اپنی پلکوں اور اس کے پانی (یعنی آنسوؤں کا) تجھ سے زیادہ حقدار ہے۔

معترضین نہیں سوچتے کہ ایسے اعتراضات سے قرونِ اولیٰ کے اکابر مشائخ کی بے ادبی ہو جاتی ہے، کیونکہ ہر زمانہ میں مشائخ عظام کے سامنے قدم بوسی، زمین بوسی ہوتی رہی ہے۔ اگر کسی

عبارت میں لفظ سجدہ آیا ہے تو اس سے مراد وہی ہے جس کی تفصیل ہم کر چکے ہیں لیکن ؏

جب خدا عقل لیتا ہے تو حماقت آ ہی جاتی ہے

اولیاء کا مقام

حجرِ اسود کا چومنا بالاتفاق ہے لیکن یاد رہے کہ اولیاء کاملین نہ صرف حجرِ اسود سے افضل و اعلیٰ ہیں بلکہ خود کعبہ معظمہ سے بھی اشرف اور بزرگ تر ہیں۔ فقیر نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے "التحقیق الجلی" ایک حوالہ یہاں حاضر ہے۔ احناف کی مشہور تفسیر ممدوح البیان میں ہے

اِنَّ الْاِنْسَانَ الْکَامِلَ اَفْضَلُ مِنَ الْکَعْبَۃِ وَکَذَا یَدُہٗ اَوْلٰی مِنَ الْحَجَرِ

مردِ کامل کعبہ سے افضل ہے اور اس کا ہاتھ حجرِ اسود سے بہتر ہے۔

خلاصہ یہ کہ کامل ولی اللہ اور پیر و مرشد اور استاد اور ماں باپ اور علماء باعمل اور معظم شخصیات کے ہاتھ پاؤں اور ان کے مشاقات کا چومنا مستحب ہے منکر وہابی ہے تو مجبور رہے، تحقیق کا طالب ہے تو تصریحات ملاحظہ ہوں۔

باب نمبر ۱

"مقدس اشخاص اور اشیاء کو چومنا"

① خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کو وصال کے بعد بوسہ دیا۔

فَقَبَّلَهٗ ثُمَّ بَكٰى فَقَالَ بِاَبِیْ اَنْتَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ..... الخ

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ مبارک کو چوما اور رو پڑے، پس کہا یا نبی اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔

② حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ کئے جانے کے بعد حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر تشریف لائیں۔ چنانچہ معارج وغیرہ میں ہے:

چوں بزیارت آمد، قبضۂ خاک برداشت بوسید و بوئید و بر چشماں نہاد۔ گریہ آغاز کرد ایں بیت گفت ؎

ماذا علی من شم تربۃ احمد ۔ ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

③ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی میت کو بوسہ دیا اور آپ رو رہے تھے۔ چنانچہ ترمذی شریف، باب تقبیل المیت میں ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل عثمان بن مظعون وھو میت

④ یہ فقہا کا فتویٰ ہے کہ ماں باپ کی قبر کو بوسہ دینے میں مضائقہ نہیں (عالمگیری، کتاب الکراہیت) قبر اور میت کو بوسہ دینا ایک ہی بات ہے اس میں کچھ فرق نہیں۔

⑤ ایک شخص نے منت مانی کہ کام ہو گیا تو بہشت کی چوکھٹ چوموں گا۔ کام ہو گیا۔ بارگاہِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں عرض کی، آپ نے فرمایا ماں کے قدم چوم لے۔ عرض کی، فوت ہو گئی ہے فرمایا، قبر کو چوم لے۔ فرمایا، قبر معلوم نہیں۔ فرمایا، مٹی پر لکیر کھینچ کر نشان کو چوم لے (نور الایمان)۔ تفصیلِ واقعہ فقیر کی کتاب "السفر القبر" میں ہے۔

⑥ اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں:

"اگر بدون خدا سجدہ روا بودے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودے زناں را تا سجدہ کنند مر شوہراں را۔"

یعنی اگر خدا کے سوا کسی کو سجدہ روا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو حکم دیتے کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔

باب نمبر ۲

اس باب میں ہم بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا سُنّت سے ثابت کریں گے۔ محدثین کرام کی اصطلاح میں سنّت تین قسم کی ہے

(۱) سنّت قولی (۲) سنّتِ فعلی (۳) سُنّتِ تقریری

سُنّتِ قولی وہ ہے جس کو آقائے نامدار مدنی تاجدار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کا حکم دیا ہو۔

سُنّتِ فعلی وہ ہے جس کو سرکار دو عالم، باعثِ تخلیق عالم احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہو۔

سُنّتِ تقریری وہ ہے جس کو نبی پاک صاحب لولاک علیہ التحیۃ والثناء نے نہ خود کیا ہو اور نہ کرنے کا حکم فرمایا ہو بلکہ ان کے سامنے فعل کیا گیا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ فرمایا ہو۔

آنے والے مضامین ہر تینوں اقسام پر مشتمل ہیں لیکن جو فعل نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام دائمی نہ ہو اور اقوال و تقاریر میں تاکید نہ ہو اس سے استحباب ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے جو دست و قدم بوسی وغیرہ نہیں کرتا اُسے مجبور نہ کیا جائے۔ جیسے بعض جاہل

صوفیوں اور پیر نما جاہل لوگوں کی عادت ہے کہ وہ اپنی بڑائی بڑھانے کے لئے کرتے ہیں اور جو ایسی سعادت سے بہ دل وجان مشرف ہوتے ہیں انہیں روکا نہ جائے۔ بلکہ اگر پیرِ کامل اور کوئی بزرگ متعلقین کو آدابِ تعظیم کی تعلیم کے لئے کرتے ہیں ان کرنیوالے اور کرانے والوں کو مطعون نہ کیا جائے۔ جیسے وہابیوں، دیوبندیوں کی عادت ہے کہ وہ ایسے اُمور سے اولیاء کرام کو مطعون کرتے ہیں بلکہ کفر و شرک کے فتاویٰ تک پہنچ جاتے ہیں، اس سے ان کا اپنا نقصان ہے کہ جس پر کفر و شرک کا فتویٰ جاری کیا جائے اور وہ اس کا مستحق نہ ہو، وہ کفر و شرک اور لعنتِ فتویٰ صادر کرنے والے اور کافر و مشرک اور لعنتی کہنے والے پر واپس لوٹتا ہے۔ جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں ہے۔ علاوہ ازیں اولیاء کرام سے بغض و عداوت کا موجب بنتا ہے اولیاء دشمنی دوزخ کا سرٹیفکیٹ ہے

احادیثِ مُبارکہ

① امام بخاری نے فرمایا کہ

قَدْ رَوَتْ عَائِشَۃُ عَنْھَا اَنَّھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلٰی فَاطِمَۃَ عَنْھَا قَامَتْ اِلَیْہِ فَاَخَذَتْ بِیَدِہٖ وَقَبَّلَتْہُ

وَاُجلَسَتُہٗ فِیْ مَجْلِسِہَا وَ اِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَامَ اِلَیْہَا وَاَخَذَ بِیَدِہَا وَ قَبَّلَہَا وَ اَجْلَسَہَا فِیْ مَجْلِسِہٖ، وَقَدْ رُوِیَ عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا جَاءَکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ۔ (الادب المفرد للبخاری ص۱۹۴ و مشکوٰۃ ص۴۰۲)
(و رواہ ابوداود)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی طرف کھڑی ہوجاتیں۔ اور آپ کے دستِ پاک کو پکڑتیں اور اس کو بوسہ دیتیں۔ اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے کھڑے ہوتے اور ان کے ہاتھ کو پکڑتے اور بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ جب قوم کا بزرگ آئے تو اس کی عزت کرو۔

فائدہ : یہ صحاح کی حدیث ہے جس کا مخالفین کو مطالبہ ہے اس سے خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے "تقبیل الید" کا ثبوت حدیثِ فعلی اور تقریری سے ثابت ہوا کہ سیدۂ عالم خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حضور نبی پاک کے ہاتھ مبارک چومنے اور

قولی و فعلی حدیث سے ثابت ہوا کہ معزز شخصیات کا قیام تعظیمی سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ بفضلہ تعالیٰ یہ محبوب سُنتیں اہلسنّت کے خواص و عوام بطریق اکمل و اتم نصیب ہیں جنہیں مخالفین شرک و بدعت کے کھاتے میں ڈال کر خود ہی چور رہے ہیں جس کی تُہمت اہلسنّت پر لگاتے ہیں۔

حدیث ۲: جب طائف میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کفار نے لہولہان کیا تو عدرس بحکم ابنائے ربیعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے تعارف کرایا تو وہ چونکہ عیسائی تھا، اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا دعوٰی بمطابق یونس علیہ السلام کے سُنایا اور وہ بھی یونس علیہ السلام کے شہر کا باشندہ تھا عدرس آپ کے دعوٰیٔ نبوت سے متاثر ہوکر جُھک پڑا اور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سر مبارک اور ہاتھ پاک اور قدم اقدس چُوم لئے۔

ابنائے ربیعہ دُور سے دیکھ کر کہنے لگے لو غلام بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا۔ جب عدرس واپس لوٹے تو انہوں نے کہا، یہ تُو نے کیا کیا اس (نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کے ہاتھ پاؤں سر کیوں چُوما عدرس نے کہا آج اس سے بہتر کوئی بھی نہیں، انہوں نے مجھے ایسی بات بتائی جو صرف نبی ہی بتا سکتا ہے۔

ابنائے ربیعہ نے عدرس کو ڈانٹ دیا۔[1]

فوائد (۱) یہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتداء دور کے حالات ہیں۔ اس سے ہم عبرت حاصل کریں کہ اگر ہمیں بھی اشاعت دین میں کچھ تکالیف پہنچیں تو اس پر شکرِ خدا بجا لائیں کہ اس کریم نے ہمیں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت کا موقعہ بخشا ہے۔

(۲) معلوم ہوا کہ نبوت کے عشاق بے ساختہ جھکنے پر مجبور رہیں ورنہ نبوت دشمن کا وہی حال ہے جو ابنائے ربیعہ کو نصیب ہوا

(۳) نبوت دشمنی ہاتھ پاؤں چومنے سے روکتی ہے جیسے ابنائے ربیعہ سے رہا نہ گیا کہ انہوں نے عدرس کو ڈانٹا۔

حدیث ۳ مشکوٰۃ باب المصافحہ والمعانقہ فصل ثانی میں ہے (ص ۴۰۲)

وَعَنْ ذِرَاعٍ وَّكَانَ فِيْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رِحَلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ (رواہ ابو داؤد)

حضرت ذراع سے مروی ہے اور یہ وفد عبد القیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے

[1] طبری و رحمۃ للعالمین سلمان منصور پوری ص ۸۲

اُترنے میں جلدی کرنے لگے۔ پس ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔

حدیث ۴ مشکوٰۃ باب الکبائر و علامات النفاق میں حضرت صفوان ابن عسال سے روایت ہے؛

فَتَقَبَّلُ يَدَيْهِ وَرِجْلَهٗ۔ پس انہوں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں چومے۔

اعتراض: ہاتھ پاؤں چومنے والے یہودی تھے اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں چومنا یہودیوں کا طریقہ ہے۔

(جواب) جن کے ہاتھ پاؤں چومے گئے وہ امام الانبیاء والمرسلین ہیں۔ اگر ناجائز ہوتے تو آپ روک دیتے۔ آپ کا نہ روکنا حدیث تقریری ہے جس سے جواز ثابت ہوا۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں چومنے سے روکنے والے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد و بغض رکھنے والے منافق ہیں۔

اعتراض: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مصلحتاً نہ روکا اور جو فعل مصلحتاً ہو وہ ضروری نہیں کہ اسے عام عمل میں لایا جائے۔

(جواب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل و تقریر کا نام دین ہے اور نبی علیہ السلام کسی مصلحت کے محتاج نہیں ہوتے

مگر کہیں ایسی مصلحت پیش آئی تو اسے واضح فرمایا۔ یہاں کسی قسم کی مصلحت ہے نہ اس کا کہیں اظہار ہے۔ اگر ہے تو پیش کرو بلکہ یہ فعل عام ہے جو دوسری روایات سے ثابت ہے جنہیں ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ الباری کی روائت میں ہے کہ عجلت کرنے کی ایک وجہ تھی، وہ خود ذراع بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (مگر ہم حضور کی صورتِ مبارکہ سے نا آشنا تھے) تو کسی نے ہم کو کہا ذَاکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ یہ اللہ کے رسول ہیں فَاَخَذْنَا بِیَدَیْہِ وَرِجْلَیْہِ فَقَبَّلْنَاھَا۔ پس ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں کو پکڑا اور چومنے لگے (الادب المفرد ص۱۴۲)

فائدہ: ان حضرات نے محض رسول کا لفظ سنا اور ہاتھ پاؤں چومنے لگے۔ گویا چومنے کی علت غائی رسالت ہے اور یہی ہمارا موضوع ہے کہ کسی کی عزت وعظمت سے ہاتھ پاؤں وغیرہ چوما جاتا ہے۔ ورنہ دُنیاداری کی حیثیت سے تو نہ صرف ہاتھ پاؤں چومنا مکروہ ہے بلکہ اس کی مطلقاً تعظیم وتکریم بھی ہمیں ناگوار ہے اور فاسق و فاجر کی تعظیم سے تو ہم کوسوں دُور بھاگتے ہیں کہ اس کی تعظیم سے عرشِ خُدا لرز جاتا ہے۔

(حدیث ۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم کسی غزوہ میں تھے، اس میں ہمارے رفقاء پسپا ہو گئے۔ ہم نے کہا کہ ہم رسول خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح ملیں گے، حالانکہ ہم لشکرِ جنگ سے بھاگ گئے ہیں۔ بہرحال ہم نمازِ صبح سے پہلے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز سے فارغ ہو کر مسجد شریف سے باہر نکلے تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ ہم نے اظہار عجز کے طور عرض کی، ہم فراری لوگ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بل انتم العکّارون" بلکہ تم تو عکّاری ہو یعنی میدان سے ہٹ کر حملہ کرنے والے ہو۔ یہ سُن کر ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا میں تمہارا گروہ ہوں، میں مسلمانوں کا گروہ ہوں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئۃ (پ۹ انفال)
مگر ہٹنے والا لڑائی کے لئے یا پناہ ڈھونڈنے والا ایک گروہ کی طرف

(الادب المفرد للبخاری ص۲۲۸، و ابوداؤد ص۲۱۸ و ترمذی و ابن ماجہ)

(حدیث ۶) مشکوٰۃ میں ہے کہ دو یہودی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ حضرت صفوان بن عسال کہتے ہیں

کہ یہودی جواب سن کر فَقَبَّلَا یَدَیْهِ وَرِجْلَیْهِ تو دونوں یہودیوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چوم لیئے اور کہا نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِیٌّ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں (مشکوٰۃ شریف ص۱۷، باب الکبائر و علامات النفاق، ترمذی شریف، ابوداؤد، نسائی شریف)

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اِنَّ قَوْمًا مِنَ الْیَهُوْدِ قَبَّلُوْا یَدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَیْهِ

ایک یہودی قوم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ (ابنِ ماجہ شریف۔ باب الرجل یقبل الرجل)

(حدیث نمبر ۷) وفد عبد القیس میں تقبیل الید کا بیان مذکور ہوا، اسی میں یہ بھی ہے رئیس وفد منذر الشج رضی اللہ عنہ کچھ دیر کے بعد لباس تبدیل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ تم میں دو خصلتیں ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ حلم و وقار۔ منذر نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ خصلتیں مجھ میں کسبی ہیں یا جبلی! حضور نے فرمایا جبلی ہیں۔ یہ سُن کر منذر نے کہا۔ "سب ستائش خدا کو ہے جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں پر پیدا کیا ہے جن کو اللہ اور اللہ کا رسول دوست رکھتے ہیں۔ روایت بیہقی میں ہے کہ منذر نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضور کے دستِ مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا۔ (رواہ ابو داؤد کتاب الادب) (زرقانی شرح مواہب

الدنیہ والادب المفرد للبخاری)

فائدہ: صحابی کا ہاتھ چومنا اور حضور علیہ السلام کا نہ روکنا حدیث تقریری ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت چاہیئے!

(حدیث نمبر ۸) حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے ایک حدیث درج کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اعرابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا۔ آپ کے اعجاز سے ایک درخت چلا آیا پھر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ یہ دیکھ کر اس اعرابی نے آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اعرابی نے عرض کیا: فَاْذَنْ لِیْ اُقَبِّلَ یَدَیْكَ وَرِجْلَیْكَ فَاَذِنَ لَهٗ۔ پس مجھے اجازت دیں کہ آپ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دوں۔ آپ نے اجازت دے دی[1] (شفا شریف ص۱۹۶ مطبوعہ مصر، تنبیہ الغافلین وغیرہ)

فائدہ: وہی بات جو اہلسنت کے ہاں مسلم ہے کہ مرشد کو سجدہ نہیں کرنا، ہاتھ چومنا چاہیئے یہی طریقۂ صحابہ کرام ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

۱۔ شفا شریف وہ مستند کتاب ہے کہ قاضی صاحب کو ایسی کتاب کے صدقہ بارگاہ نبوی میں ایک عجیب مقام ملا ہے، واقعہ شاہ عبد العزیز محدث تحریر فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض کے بھتیجے نے ایک روز اپنے چچا کو خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہیں۔ اس خواب کو دیکھنے سے ان پر ایک دہشت سی طاری ہوئی اور وہم ہوا۔ تو ان کے چچا قاضی عیاض جو ان کی حالت جان گئے تھے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(حدیث نمبر ۹) حضرت بریدہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا معجزہ دکھائیے جس سے مجھے یقین ہو جائے۔

آپ نے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ آپ اس درخت کو اپنے پاس بلا لیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو جا کر اُسے بُلا لا۔ وہ اس کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بُلاتے ہیں۔ یہ سُن کر وہ ایک طرف کو جُھکا اور اس کی جڑیں اُکھڑیں، پھر دوسری طرف کو جُھکا اور جڑیں اُکھڑیں۔ اسی طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ یہ دیکھ کر اعرابی نے کہا کہ مجھے کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس درخت سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر چلا جا۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور اپنی جڑوں پر قائم ہو گیا۔ اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سرِ مبارک اور ہر دو پائے مبارک کو بوسہ دُوں۔ حضور نے اجازت دے دی (اور اس نے سرِ مبارک و پائے مبارک کو چُوما) پھر اس نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں

(بقیہ حاشیہ) اے برادر زادۂ من کتاب شفا را محکم گیر و بآں تمسک کن گویا اشارت کرد۔ بآنکہ ایں مرتبہ مرا از کرامت ایں کتاب حاصل شدہ۔ اے میرے بھتیجے! میری کتاب شفاء کو مضبوط پکڑے رہو اور اس کو اپنے لئے حجت بناؤ۔ گویا اس کلام سے آپ نے اشارہ فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ اسی کتاب کی بدولت ملا ہے (بستان المحدثین فارسی ص ۱۳ مطبوعہ دہلی)

آپ نے فرمایا کہ ایک شخص دوسرے کو سجدہ نہ کرے۔ اگر میں ایسے سجدے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ شوہر کا اس پر بڑا حق ہے۔ (دلائل النبوۃ ابونعیم)

عن عبد الرحمٰن بن رزین قال مررنا بالربذة فقیل لنا ههنا سلمة بن الاکوع فاتیته فسلمنا علیه فاخرج یدیه فقال بایعت بهاتین نبی الله صلی الله علیه فاخرج کفا له ضخمة کانها کف بعیر فقمنا الیها فقبلناها۔

(عبد الرحمٰن بن رزین سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو ان کو کہا گیا کہ یہاں سلمہ بن الاکواع ہیں تو میں اُس کے پاس آیا تو اس پر سلام علیکم کہا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ نکالے تو اس نے کہا کہ میں نے ان دونوں ہاتھوں کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے تو اُس کے لئے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی اُس نے کھولی۔ گویا کہ وہ اُونٹ کی ہتھیلی ہے تو ہم اس کے لئے کھڑے ہوئے تو ہم نے اس کو بوسہ دیا) (ادب المفرد للبخاری ص ۱۹۴)

فائدہ: اس حدیث پاک سے بزرگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینا ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بزرگوں کا نام سُن کر ان کی زیارت کو جانا خیر القرون کا طریقہ ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ معظم چیزوں کی تعظیم و تکریم کے لئے اُٹھنا (قیام) بھی جائز اور ثواب ہے۔ (اس

موضوع پر فقیر کے رسالہ "قیامِ تعظیمی" کا مطالعہ فرمائیے)

(حدیث نمبر ۱۰) انس صحابی اور ثابت تابعی کا عمل

قال ثابت لانس امسئت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدك قال نعم فقبلها۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو عرض کیا کہ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ پاک کو چھوا ہے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا (الادب المفرد)

(حدیث نمبر ۱۱) سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤں چومے

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک اور پاؤں کو بوسہ دیتے تھے۔

(حدیث نمبر ۱۲) (الادب المفرد للبخاری ص ۱۹۵)

ایک انصاری مزاح مزاج تھے وہ لوگوں کو ہنسا رہے تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کمر میں کونچا دیا۔ اس نے عرض کی مجھے آپ اس کا بدلہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا لے لے آپ قمیص پہنے ہوئے تھے۔ اس نے عرض کی مجھے آپ نے لکڑی کا کونچا دیا تو میرے جسم پر کپڑا نہ تھا۔ آپ نے فوراً کمر مبارک سے

قمیص ہٹا دی۔ وہ صحابی چمٹ گئے اور پہلو مبارک کو بوسہ دے کر کہا، میرا مقصد یہی تھا، بدلہ لینا مقصود نہ تھا (رواہ ابوداؤد)

فائدہ: یہ تھا صحابہ کا عشق اور عقیدت۔ ہم بھی اسی کی دعوت دیتے ہیں۔

(حدیث نمبر ۱۳) حضرت ابو برزہ صحابی

حضرت ابو برزہ مکی مخزومی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے آقا عبداللہ بن سائب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اُٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ (اصابہ۔ ترجمہ ابو برزہ مکی)

(حدیث نمبر ۱۴) حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بوسہ دیا۔ (کیمیائے سعادت فارسی ص ۱۹۲)

(حدیث نمبر ۱۵) حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا استقبال فرما کر معانقہ فرماتے ہوئے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ (رواہ ابوداؤد البیہقی)

فائدہ۔ الحمد للہ یہی طریقہ ہم اہلسنت کو نصیب ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کو اُٹھ کر سلام کرتے اور ہاتھ چومتے ہیں اور مخالفین

قیام تعظیمی کو شرک کہتے ہیں۔ اگر یہ شرک ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کیا فتویٰ ہے۔ آپ نے حضرت جعفر کی دونوں آنکھوں کے درمیان کو چوما اور ہم ہاتھ چومتے ہیں۔ نام دو ہیں کام تو ایک ہے، یعنی پیار و محبت۔ اور یہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتایا ہوا طریقہ ہے جو ہمیں نصیب ہے۔

(حدیث نمبر ۱۵) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن فطعون (صحابی) رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا حالانکہ اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ (مشکوٰۃ)

(فائدہ) مُردے کو چومنے کا کیا معنٰی! لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چوما تاکہ اُمتی کو معلوم ہو کہ محبوب لوگوں کو چومنے میں حرج نہیں

(حدیث نمبر ۱۶) حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ آپ نے فرمایا تُو اسے دشمن سمجھتی ہے۔ کہنے لگی ہاں۔ آپ نے ان دونوں کے ماتھے آپس میں ٹکرا کر دُعا فرمائی کہ اے پروردگارِ عالم انہیں آپس میں محبت دے۔ بعد کو وہ عورت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی "فَقَبَّلَتْ رِجْلَيْهِ" تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدم چومے۔ آپ نے فرمایا، اب تیرا تیرے شوہر کے ساتھ کیسا حال ہے۔ عرض کی

کوئی نیا، پرانا اور بیٹا مجھے اپنے شوہر سے محبوب تر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۶۶)

(فائدہ) حدیث لکھ کر امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ نے لکھا کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فقیر اپنے شیخ کی اتباع میں کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

(لطیفہ) ہمارے علاقوں میں دولہا دلہن کے ماتھے آپس میں کئی بار ٹکراتے ہیں، اسے سرمیل کہا جاتا ہے۔ یہ تب ہوتا ہے جب دلہن کو اس کے ماں باپ کے گھر سے پہلی بار دولہا کے گھر میں لایا جاتا ہے۔

شعار صدیق رضی اللہ عنہ

(حدیث نمبر ۱۷) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں شروع شروع میں جب ہم مدینہ میں آئے تو میں بیمار ہو گئی تھی تو میرے ہاں میرے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے پوچھا بیٹی کیسی ہو۔ میں نے کہا خیر ہے۔ پھر آپ نے میرے رُخسار پر بوسہ دیا۔ (ابو داؤد)

(حدیث نمبر ۱۸) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک

عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی۔ اس کے سر پر بوجھ تھا فَلَمَّا رَأَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَحَتْهُ وَاَقْبَلَتْ فَقَبَّلَتْ رِجْلَيْهِ۔ یعنی جب اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو سامان کو پھینکا اُس نے اور آگے بڑھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں مبارکہ کو بوسہ دیا

(فائدہ) حدیث صحیح مرفوعہ سے بزرگ لوگوں کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا مسنون ہے۔

(حدیث نمبر ۱۹) حدیث شریف میں ہے کہ

قد سأل ابو هريرة رضى اللّٰه عنه الحسن رضى اللّٰه عنه ان يكشف له المكان الذى قبله رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم وهو سرته فقبله تبركا بآثاره وذريته صلى اللّٰه عليه وآله وسلم (العينى شرح البخارى)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ وہ جگہ کھولئے جسے حضور علیہ السلام چومتے تھے یعنی اپنی ناف مبارک۔ اسے حضرت ابوہریرہ نے چوما تبرک کے طور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہونے کی نسبت سے۔

(فائدہ) یہی ہمارا مقصد ہے کہ متبرک اشیاء کا چومنا جائز و مستحسن ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل ہم نے حضرت ابوہریرہ کے حالات و سوانح میں لکھی ہے۔

(حدیث نمبر ۲۰) حدیث میں ہے کہ

وقد كان ثابت البنانى لا يدع انس رضى اللّٰه عنهما حتى يقبلها ويقول يد مست يد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم (عينى شرح بخارى)

حضرت ثابت حضرت انس رضی اللہ عنہما کا ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک اسے چوم نہ لیتے اور فرماتے یہ ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو مس کر چکا ہے۔

(فائدہ) یاد رہے کہ ثابت بنانی رضی اللہ عنہ تابعین میں اعلیٰ پایہ کے بزرگ تھے۔ مرنے کے بعد برسوں گزرنے کے باوجود قبر میں نماز پڑھتے دیکھے گئے۔ ان کا فعل قابل حجت ہے۔ کما قال النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم۔ اور وہ حضرت انس کے شاگرد تھے اور انہوں نے ہاتھ چومنے کی علت وہ بتائی جو ہم کہتے ہیں کہ محبوب کی ہر منسوب شئے محبوب ہوتی ہے۔ پھر دوسری نسبت تلمذ بھی ہاتھ چومنے کی ہو سکتی ہے لیکن ثابت بنانی رضی اللہ عنہ نے اس کی علت خود بتا دی کہ میں

انس کے ہاتھ اس لئے چوم رہا ہوں کہ یہ ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو مس کر چکے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲ مروان ایک دفعہ مروان نے کسی کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر کو چوم رہا ہے۔ پوچھا، کیا کر رہے ہو۔ وہ قبر پاک کو چومنے والے حضرت ابوایوب انصاری صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے مروان کو فرمایا نعم جئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم آت الحجر۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حاضر ہوا ہوں۔ میں پتھروں کے پاس نہیں آیا۔

(مسند امام احمد حنبل ص۴۲۲ ج ۵ مطبوعہ مصر)

(فائدہ) اس سے ثابت ہوا کہ روکنے والے مروان کی وراثت سنبھالے ہوئے ہیں اور قبور کو بوسہ دینے والوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت نصیب ہے۔

ع قسمت اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

یہی روایت دوسری سند کے ساتھ بھی اسی مسند احمد میں مروی ہے اور بعینہ اسی طرح کا واقعہ سیدنا بلال مؤذن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ جسے فقیر نے تفصیل کے ساتھ مرأۃ الجمال فی حیوٰۃ البلال" میں عرض کیا ہے۔

خلاصۃ البحث ان احادیث اور محدثین و علماء کی عبارات سے ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین کے ہاتھ پاؤں اور ان کے لباس اور بال غرضیکہ سارے تبرکات، اسی طرح کعبہ معظمہ، قرآن شریف، کتب احادیث کے اوراق کا چومنا جائز اور باعثِ برکت ہے۔ بلکہ بزرگانِ دین کے بال و لباس و جمیع تبرکات کی تعظیم کرنا، بیماری، لڑائی جنگ و دیگر مصائب و مشکلات میں مدد حاصل کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے

باب نمبر ۳

اس باب میں حکایات اسلاف اور اقوال علماء عرض کروں گا۔

حکایت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کشف المحجوب شریف میں لکھا ہے کہ میں (داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ) ملک شام میں سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ مؤذن مسجد نبوی کے روضہ مبارکہ کے سرہانے سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بزرگ کو آغوش میں لئے ہیں جس طرح بچوں کو شفقت سے لیتے ہیں باب بنی شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں۔ میں نے دوڑ کر

حضور علیہ السلام کے پاؤں مبارک کی پُشت کو بوسہ دیا۔ میں متعجب وحیران تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی معجزانہ شان سے میری باطنی حالت اور دل کی پریشانی پر اطلاع ہو گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ یہ تمہارے امام ابو حنیفہ ہیں جو تمہارے ہی ملک کے ہیں۔ (کشف المحجوب فارسی ص ۹۳، ۹۴)

حکایت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

چند ائمہ مجتہدین امام ابو حنیفہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپ فقہ میں اپنی رائے کو بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں سب سے پہلے قرآن سے مسئلہ اخذ کرتا ہوں پھر حدیث سے پھر اجماع صحابہ سے، ان کے بعد قیاس سے کام لیتا ہوں۔ یہ گفتگو جامع مسجد کوفہ میں ہوئی۔ جمعہ کا دن گفتگو مناظرہ کی صورت اختیار کر گئی۔ صبح سے بارہ بجے تک مناظرہ ہوا۔ بالآخر تمام ائمہ نے آپ کو حق پر سمجھ کر "وقاموا کلّھم وقبلوا یدیہ ورکبتیہ" اُٹھ کر سب نے آپ کے ہاتھ اور گھٹنے چُومے اور کہا آپ علماء کے سردار ہیں۔ ہم نے آپ کے حق میں جو کچھ غلط کہا وہ ہمیں معاف فرمائیے۔ یہ بوسہ دینے والے جلیل القدر ائمہ اسلام تھے مثلاً

امام جعفر صادق وامام سفیان ثوری ومقاتل وحماد وغیرہم (المیزان الکبریٰ للشعرانی)

(۲۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "الادب المفرد" میں اور امام ابوداؤد اپنی مسند میں اور امام ترمذی اپنی صحیح ترمذی میں تقبیل وقُبلۃ الیدِ والرّجل۔ ابوداؤد اور ترمذی شریف میں باب باندھ کر احادیث جمع فرمائی ہیں۔ اگر ہاتھ اور پاؤں کو چُومنا شرک وبدعت ہوتا تو اتنے بڑے محدّث جن پر دنیا بیا اور دیانبہ کو بھی اعتماد ہے کبھی باب باندھ کر احادیث جمع نہ فرماتے اور تقریباً جتنے ہی احادیث کے مجموعے تصنیف ہوئے ہیں اکثر میں ہاتھ پاؤں چُومنے کا باب موجود ہے۔

امام مسلم کا عمل

امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری کے پاس آئے اور فَقَبَّلَ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَقَالَ دَعْنِی حَتّٰی اُقَبِّلَ رِجْلَیْكَ۔ پس ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور امام مسلم نے کہا کہ مجھے چھوڑ دیں تاکہ آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں۔ (تاریخ نیشاپوری از حاکم)

(فائدہ) امام مسلم صحاح ستہ میں شامل مسلم شریف کے مصنف ہیں۔ ان کا عمل بدعت کبھی نہیں ہو سکتا۔ ان کے عمل سے ثابت ہوا کہ یہ عمل سنّت ہے۔

امام عینی کی شرح بخاری

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ اپنے پیر شیخ زین الدین کا ارشاد لکھتے ہیں،

تقبیل ایدی الصالحین وارجلھم محمود باعتبار القصد والنیۃ۔ بزرگوں کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومنا مستحب ہے۔ نیت اور مقصد کے لحاظ سے۔

شرح بخاری فتح الباری

ابن حجر پارہ ششم ص۱۱۵ میں فرماتے ہیں:

استنبط بعضھم من مشروعیۃ تقبیل الارکان جواز تقبیل کل من یستحق العظمۃ من آدمی وغیرہ نقل عن الامام احمد انہ اسئل عن تقبیل منبر النبی علیہ السلام وتقبیل قبرہ فلم یدیہ باسًا ونقل ابن ابی الصنف الیمانی احد علماء ملۃ من الشافعیۃ جواز تقبیل المصحف اجزاء الحدیث وقبور الصلحین ملخصًا۔

ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگانِ دین وغیرہم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کا منبر یا کہ قبرِ انور چومنا جائز ہے۔ فرمایا کوئی حرج نہیں

اور ابن ابی الصنف الیمانی سے جو کہ مکہ کے علماء شافعیہ میں سے ہیں منقول ہے اور حدیث کے اوراق اور بزرگانِ دین کی قبریں چومنا جائز ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ

توشیح میں علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

استنبط بعض العارفین من تقبیل الحجر الاسود تقبیل قبور الصلحین۔ حجر اسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگانِ دین کی قبروں کا چومنا ثابت کیا ہے۔

شرح مسلم

حضرت امام محی الدین نووی شارح مسلم شرح مسلم شریف سے کسی نے پوچھا تقبیل ید غیرہٖ ما حکمہ۔ یعنی اپنے غیر کے ہاتھ کو چومنے کا کیا حکم ہے۔ تو آپ نے جواب فرمایا۔ یستحب تقبیل ایدی الصالحین وفضلاء العلماء۔ صالحین (اولیاء اللہ) اور فضلاء علماء کے ہاتھوں کو بوسہ دینا مستحب ہے (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص۴۰۲ وکتاب الاذکار وفتاوی نووی ص۲۳)

(فائدہ) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کو مخالفین بھی محی الدین مانتے ہیں۔ لیکن یہ ہمیں یقین ہے کہ آپ کا فتویٰ نہیں مانیں گے۔

علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سے سوال کیا گیا کہ مصافحہ کرنا اور ہاتھ اور پاؤں کو چومنے کا کیا حکم ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ المصافحۃ للقادم سنّۃ وکذا تقبیلِ ما ذکر من نحو عالم وصالح وشریف وَنسیب۔ آنے والے کے ساتھ مصافحہ کرنا۔ اور عالم، صالح شریف نسب والے کے ہاتھ اور پاؤں چومنا سُنّت ہے۔
(فتاویٰ حدیثیہ)

(فائدہ) امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنے دَور میں حرمین بلکہ جملہ ممالک اسلامیہ کے مسلم مفتی مانے جاتے تھے لیکن آج ....

شیخ المحدثین

شیخ محقق شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی[1] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تقبیل ید عالم و زاہد یا مردے کبیر السن جائز است۔ یعنی عالم دین اور زاہد یا عُمر رسیدہ آدمی کے ہاتھ چُومنا جائز ہے۔
(اشعۃ اللمعات فارسی ص۲۴ جلد ۴ سطر ۱۴ مطبوعہ

(فائدہ) یہی شیخ تو ہیں جنہوں نے خطۂ ہند کو علوم الحدیث سے آشنا کیا اور خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطۂ ہند کی طرف

[1] مولوی اشرف علی تھانوی نے الافاضات الیومیہ میں لکھا ہے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضوری ولی تھے وہ جب چاہتے حضور علیہ السلام کی زیارت فرمالیتے

حدیث پاک کی اشاعت کیلئے بھیجا۔ لیکن افسوس آج ہند و پاک میں رہنے والے آپ کی بات نہیں مانتے۔ یہ احسان فراموشی نہیں تو اور کیا ہے۔

تمام سلاسل کے شیخ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مجلس قائم کی ہوئی تھی کہ حجاج ننگی تلواروں کے ساتھ لشکر لیے ہوئے آیا۔ ایک بزرگ جو حاضرِ مجلس تھے، انہوں نے کہا کہ آج حسن کا امتحان کرتے ہیں حجاج بیٹھ گیا۔ آپ نے ذرہ بھر بھی توجہ نہ کی۔ پھر اس بزرگ نے کہا حسن ہی ہے۔ جب مجلس ختم ہوگئی۔ حجاج نے آپ کے قریب ہوکر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۲۴ سطر ۴ تا ۸)

(فائدہ) حضرت حسن بصری سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے براہِ راست خلیفہ اور سلاسل طیبہ (قادریہ چشتیہ سہروردیہ) کے سُرخیل ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور واقعہ عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس تھیلی کو ہاتھ نہ لگا ابھی اس کا مالک آنے والا ہے وہ نصرانی اُسی وقت آگیا۔ و در پائے ابراہیم افتاد و بوسہ می داد

ومسلمان شُد۔ اور حضرت ابراہیم ادھم علیہ الرحمۃ کے قدموں پر گر پڑا اور بوسہ دیا۔ اور مسلمان ہوگیا۔ (کیمیائے سعادت فارسی ص۵۲۱ مطبوعہ دہلی)

(فائدہ) سیدنا ابراہیم ادھم کو اولیاءِ کرام کا سرتاج مانا جاتا ہے جیسے وہ دنیوی شاہی چھوڑ کر طریقت میں داخل ہوئے تو انہیں اللہ تعالےٰ نے اولیاءِ کرام کا بادشاہ بنا دیا۔ اویسی غفرلہٗ

شیخ مُنیری قدس سرہٗ می فرمائد در مکتوبات شرف الدین یحییٰ منیری و آنکہ مریداں دست و پائے۔ پیراں می بوسند۔ درست ست و بنقل درآمدہ است کہ پائے پیر بوسیدن سُنّت صحابہ است ایشاں قدم مبارک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام را بسیار بوسہ دادہ اند۔ و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ مر ایشاں را ازیں فعل منع نہ کردند۔ گر شرع نبودے مر ایشاں را منع کردے۔

ترجمہ: شرف الدین یحییٰ منیری مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ جو مرید پیروں کے ہاتھ اور پاؤں کو چومتے ہیں، دُرست ہے صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کے قدم مبارک کو بہت بوسے دیئے اور حضور نے اُن کو منع نہ فرمایا۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو منع فرماتے۔

(مکتوبات ص۱۸۱ از یحییٰ منیری)

فتاویٰ عالمگیری نہ صرف ہند و پاک بلکہ عالم اسلام کے فتاویٰ جسے ایک ولی کامل نے متقی علماء سے خدارسیدہ مفتیوں کی نگرانی میں مرتب کرایا۔ اس کے حوالہ جات:

اِن قبّل ید عالمٍ او سلطانٍ عادلٍ بعلمہٖ وعدلہ لاباس بہٖ

یعنی اگر عالم یا عادل بادشاہ کے ہاتھ ان کے علم وعمل کی وجہ سے چومے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) لاباس بتقبیل قبر والدیہِ کذا فی الغرائب۔

اپنے ماں باپ کی قبر میں چومنے میں حرج نہیں

(عالمگیری باب زیارۃ القبور)

(۳) اِن التقبیل علیٰ خمسۃٍ ابعۃِ الرحمۃ کقبلۃ الرحمۃ الوالد ولدہ وقبلۃ التحیۃ کقبلۃ المومنین بعضھم لبعض وقبلہ الشفقۃ کقبلۃ الولد بوالدیہ قبلۃ المودۃ کقبلۃ الرجل اخاہ وقبلۃ الشہادۃ کقبلۃ الرجل امراتہٗ و زاد بعضھم قبلۃ الدیانۃ وھی حجر الاسود۔

بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے۔ رحمت کا بوسہ جیسے کہ باپ اپنے فرزند کو چومے۔ ملاقات کا بوسہ جیسے کہ بعض مسلمان بعض کو بوسہ دیں

شفقت کا بوسہ جیسے کہ اپنے ماں باپ کو بوسہ دے۔ دوستی کا بوسہ جیسے کوئی شخص اپنے دوست کو بوسہ دے۔ شہوت کا بوسہ جیسے کہ شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے۔ بعض نے زیادہ کیا، دین داری کا بوسہ جیسے کہ حجرِ اسود کا چومنا۔

فتویٰ درمختار حنفیوں کا بین الاقوامی مسلم مجموعہ درمختار کتاب میں اسی جگہ میں پانچ بوسوں کا لکھ کر اضافہ فرمایا کہ ومنها قبلة الديانته للحجر الاسود وتقبيل عتبة الكعبة تقبيل المصحف لى بدعة لكن روى عن عمر انه كان ياخذ المصحف كل غداة و تقبيل الخير فجوز الشافعية كانه بدعة مباحة وقيل حسنة

حکایت حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد شمس الدین حنفی مصری شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امیر بیبق نے ایک بار روپوں کے ڈھیر کا ڈھیر بھیج دیا۔ آپ کرسی پر بیٹھے تھے۔ اس میں سے مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کی طرف پھینکنے لگے۔ اور اسے کُل قاصد کے سامنے ہی ختم کردیا گویا اس کو دکھلایا کہ فقراء اس کے مستغنی ہیں۔ اور یہ کہ اگر یہ لوگ دُنیا سے محبت کرتے ہوں تو تمام لوگوں سے بڑھ کر ان کو یہ درجہ حاصل نہ ہوتا جب امیر کو یہ واقعہ پہنچا تو وہ حاضر ہوا اور دست بوسی کی۔

(جامع کرامات اولیاء۔ وجمال اولیاء ص۱۶۱ از اشرف علی تھانوی)

حکایت حضرت محمد بن احمد فرغلی علیہ الرحمۃ ولی اللہ کی خدمت میں ابن الرزازیری آکر کے قدم بوس ہوا تو فرمایا ہم نے تم کو فلاں مقام سے فلاں تک کا افسر مقرر کر دیا۔
(کرامات اولیاء وجمال الاولیاء ص۱۷۳ از اشرف علی تھانوی)

فتویٰ امام حموی قال فی مفتاح السعادة واما تقبيل اليد ان كان ممن يستحق الاكرام كالعلماء والسادة الاشراف يرجى ان ينال الثواب كما فعله بعض الصحابة رضى الله عنهم۔ یعنی مفتاح السعادت میں لکھا ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ کو چومنا جو تعظیم و تکریم کا مستحق ہے علماء و سادات واشراف وذی الاحترام کی مثل اس میں ثواب کی امید ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا ہے (شرح الاشباہ والنظائر ص۵۱۱)

علامہ علاؤ الدین الحصکفی علیہ الرحمۃ صاحب درمختار میں فرماتے ہیں کہ لا باس بتقبيل يد الرجل العالم الحاكم المتدين والسلطان العادل۔ یعنی دیندار حاکم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (درمختار صفحہ ۲۴۴ جلد ۲)

درمختار میں ہے کہ من طلب من عالم او زاهد ان يمكنه من قدمه ليقبله اجابه۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی عالم یا

زاہد کا قدم چومنے کے لئے طلب کرے تو وہ عالم یا زاہد قدم بوسی کے لئے اپنا قدم بڑھادے۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ

جن کے متعلق مولوی اسماعیل دہلوی قتیل اپنی کتاب میں یہ القاب لکھتے ہیں: جناب ہدایت مآب قدوہ ارباب صدق وصفا زبدہ اصحاب فنا وبقا سید العلماء وسند الاولیاء حجت اللہ علی المسلمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع کل ذلیل وعزیز مولانا ومرشدنا الشیخ عبد العزیز متع اللہ المسلمین بطول بقائہ واعزنا وسائر المسلمین بحمدہ وعلاتہ)

لوگ ان کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے تو منع نہ فرماتے تھے۔ ملاحظہ ہو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا ایک واقعہ مولوی ظہیر الدین سید احمد نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پس وہ لوگ اس کلام سے نہایت منفعل ہوئے اور جناب شاہ صاحب کے قدموں پر گر کر بوسے دیئے اور نواب (سعادت یار خان) کی خطا سے درگذرے اور اس وقت پانچوں شخص جناب شاہ صاحب (شاہ عبدالعزیز) سے دست بوس ہو کر وہیں غائب ہو گئے (مجموعہ کمالات عزیزی ص۱۷ مطبوعہ دیوبند)

فائدہ: مندرجہ بالا حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا بزرگانِ دین، سلف صالحین کا بھی طریقہ ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

یا اللہ ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ راستہ اُن لوگوں کا جن پر تُو نے انعام کیا۔

محب طبری کا استدلال

محب طبری نے حجر اسود کو بوسہ دینے سے ثابت کیا ہے کہ اس سے تعظیم مُراد ہے تو پھر اس سے اس کے محبوبوں کے آثار کی تقبیل کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جواز تو نکلے گا کیونکہ کسی مسئلہ میں کراہت ثابت نہ ہو تو جواز ثابت ہوگا۔

روی ان الامام احمد سئل عن تقبیل قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتقبیل منبرہ فقال لاباس بذلک (عینی) شرح بخاری۔

امام احمد سے نبی علیہ السلام کے مزار کے چومنے کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: یہ امام احمد بن حنبل وہی ائمہ اربعہ میں سے صاحب مذہب ہیں جن کی تقلید کا نجدی دم بھرتے ہیں اور وہ ابن تیمیہ جس نے مزار رسول کی زیارت کو ناجائز کہا اسے جب یہی عبارت دکھائی گئی تو متعجب ہو کر کہا

عجبت احمد عندی جلیل یقولہ ھذا روفی کلامہ وقال واعجب فی ذلک وقد روینا عن الامام احمد (عینی)

مجھے امام احمد سے تو تعجب ہے کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں پھر بڑا تعجب

یہ ہے کہ ہم روایت احادیث بھی انہی سے لیتے ہیں۔

فائدہ: خود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قمیص دھو کر پیا۔ جب تبرک ائمہ سے ثابت ہے تو پھر انکار کیوں!

مجنون نے کیا خوب فرمایا ؎

امر علی الدیار دیار لیلی
اقبل الجدار وذا الجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیار

میں لیلیٰ کی دیار گزرتا ہوں تو دیواروں کو چومتا ہوں اس لیے دیوار والے نے میرا دل چھین لیا ہے، اس لیے مجھے ان دیواروں سے پیار ہے کہ میرے دل کے مالک انہی میں مقیم ہیں۔

اسلاف کی عادت

اسلاف رحمہم اللہ میں بعض کی عادت تھی کہ وہ قرآن وحدیث اور بزرگوں کی قبور کو بوسہ دیتے تھے۔ ان کا استدلال حجر اسود کو چومنے سے تھا اور ہے۔ وہ فرماتے کہ چونکہ حجر اسود کی تقبیل کی علت غائی اس کی تعظیم و تکریم ہے اسی لئے ہر وہ شئے جو معظم و مکرم ہوگی اس کا چومنا مستحب و مستحسن ہوگا کیونکہ مقیس علیہ اور مقیس میں جب علت جامعہ پائی جائے تو اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

لطیفہ: چونکہ مخالفین و منکرین لکیر کے فقیر ہیں، اسی لئے وہ

ہر ہر بات پر قرآن وحدیث کی تصریح مانگتے ہیں۔ پھر چونکہ وہ نفس کے غلام ہیں، اسی لئے جب تصریحات دکھائی جائیں تو ان روایات و احادیث کو ضعیف کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں یا پھر ان روایات کو ناقابل عمل کہتے ہیں۔

باب نمبر ۴

منکرین کے اکابرین

غیر مقلدین کا مجدد

مفسر نواب صدیق حسن خان بھوپالی بھی ہاتھ پاؤں چومنے کے جواز کے قائل تھے چنانچہ اپنی کتاب موائد العوائد میں بعض احادیث شریفہ تقبیل نقل کر کے لکھتے ہیں کہ ایں اخبار ناظر ست در جواز تقبیل دست و پا۔ یعنی ہاتھ اور پاؤں کو چومنے کا جواز ان احادیث شریفہ سے ظاہر ہے۔ (موائد العوائد صـ۸۹)

(۲) سرتاج الوہابیہ مولوی وحید الزماں رقم طراز ہیں کہ میں حرم شریف کے اندر جب جاتا اور سبز گنبد شریف پر نظر ڈالتا تو ساری تکلیفیں کافور ہو جاتیں۔ اور آنحضرت کے شرف قدم بوسی کی نعمت عظمیٰ سے وہ خوشی دل پر آتی جس کی کوئی حد نہیں۔

(وحید اللغات از مولوی وحید الزماں وحیات وحید الزماں صـ۷۹ از مولوی عبدالحلیم)

(۴) دیوبندیوں کے قطب مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص کی تعظیم کو کھڑا ہوجانا اور پاؤں پکڑنا اور چومنا درست ہے یا نہیں؟ تو مولوی رشید احمد گنگوہی نے جواب دیا کہ تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے۔ اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے۔ حدیث سے ثابت ہے۔ (فقط رشید احمد) (فتاوی رشیدیہ ص ۴۵۹ مطبوعہ کراچی)

فائدہ: مندرجہ بالا عبارات سے صاف واضح ہے کہ مفسر الوہابیہ نواب صدیق خاں اور فخر الدیابنہ مولوی رشید احمد گنگوہی بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے کو دُرست اور حدیث شریف سے اس کا ثبوت تسلیم کرتے ہیں۔ مولوی وحید الزماں نے تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کو نعمتِ عظمیٰ کہا ہے اور ایسا فعل کرنے والے پر اظہارِ مسرت کیا ہے۔

مخالفین ومنکرین کے اکابر کی کہانیاں

کہانی نمبر ۱: دیوبندی حافظ عبد القادر تھانوی اپنا واقعہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں چومنے کا بیان کرتے ہیں کہ ارکانِ حج ادا کرکے ہمراہی قافلہ مدینہ طیّبہ گئے اور بلا خطر مدینہ طیّبہ گئے اور اطمینان کے ساتھ زیارت سے مشرّف ہوکر مکّہ معظّمہ میں بخیر و خوبی حضرت (حاجی امداد اللہ) سے قدم بوس ہوئے۔

(کرامات امدادیہ ص ۹ سطر ۹ تا ۱۱ از اشرف علی تھانوی مطبوعہ دیوبند)

کہانی نمبر ۲: مولوی حافظ محمد مقصود خلف الصدق جناب قبلہ حاجی احمد حسین صاحب تھانوی نبیرۂ جناب قبلہ حاجی صاحب دامت برکاتہٗ مکّہ معظّمہ دام شرفہا واسطے حصول زیارت حرم شریف اور قدم بوسی حضرت قبلہ ممدوح کے تشریف لے گئے تھے جس وقت مکّہ پہنچے۔ شوق زیارت جناب قبلہ دام فیضہٗ کی وجہ سے قافلے سے علیحدہ ہوکر اس ارادے سے چلے کہ سب سے پہلے قدم بوسی کریں۔ (کرامات امدادیہ ص ۱۶)

کہانی نمبر ۳: مولوی حافظ عبد الغنی دیوبندی کہتے ہیں کہ میں والد ماجد کے ساتھ حج پر گیا۔ تو حضرت والد ماجد منشی حاجی مولوی محمد عبد الواحد آستانہ قدسی آشیانہ حضرت قبلہ عالم شیخ المشائخ الحافظ الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی قدست اسرارہم ہوئے۔ بندہ بھی ہمرکاب والد ماجد تھا۔ دولت سرائے قدس پر پہنچ کر اطلاع کی گئی۔ حضرت اقدس دولت سرا سے دیوان خانہ میں تشریف فرما ہوئے۔ چہرہ مبارک سے معلوم ہوتا تھا کہ حالتِ مراقبہ سے اٹھ کر تشریف لائے ہیں۔ والد ماجد سے ملاقات فرمائی۔ بندہ بھی دست بوس ہوا۔ والد ماجد کی طرف متوجہ ہوکر گفتگو فرماتے رہے۔

(کرامات امدادیہ ص ۴۲)

کہانی نمبر ۴

بندہ عاصی (حافظ عبد الغنی) کا یہ قاعدہ تھا کہ جب حضرت اقدس وقبلہ عالم وقتِ عصر مصلّے مالکی کی طرف تشریف فرما ہوئے تو بندہ جابُ التّی یارُت کی طرف سے اُٹھ کر حاضر خدمت ہو کر دست بوس ہوا کرتا تھا۔ اور حضرت اقدس خوان نعمت کا الوش بھی کھایا۔ بزرگوں کی فاتحہ میں حضرت اقدس کے دولت خانہ پر شریک ہوا۔ (کرامات امدادیہ)

فائدہ: حضرات مندرجہ بالا حکایات سے بیّن طور پر ثابت ہوگیا کہ ہاتھ اور پاؤں کو چُومنا شرک و بدعت نہیں۔ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی سُنّت ہے نیز سلف صالحین فقہاء عظام علیہم الرحمۃ کا بھی طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ وہابیوں، نجدیوں، دیوبندیوں کے مولوی بھی اس کے جواز کے قائل ہیں بلکہ خود بھی بزرگوں کے ہاتھ اور پاؤں کو چُومتے تھے۔ قطع نظر احادیث کی تصریحات کے سرور کائنات فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی حدیث شریف ہے۔ ماراٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حَسَنٌ۔ جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ کام اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اس سے لازماً ثابت ہوا کہ اسلاف اور منکرین کے اکابر ایک دوسرے کے ہاتھ پاؤں چُومتے رہے تو بلا کراہت ہاتھ پاؤں چومنا شرعاً مستحسن ہے۔

باب نمبر ۵

اعتراضات و جوابات

اس مسئلہ میں نجدی وہابی بہت زیادہ تیز ہیں۔ وہ جس کو ہاتھ پاؤں چُومتے دیکھتے ہیں تو چومنے والے اور جس کے ہاتھ پاؤں چُومے جائیں دونوں کو جیل میں بند کر دیتے ہیں جیسے ۱۴۱۹ھ میں فقیر اویسی غفرلہ اور محب صادق الحاج محمد انصار اللہ صدیقی (لندن انگلینڈ) اور الحاج ڈاکٹر محمد قاسم رضا فریدی سالم میاں امریکہ کے ساتھ ہوا۔ ان کی تقلید و اتباع میں ہند و پاک کے ریال خور مُلّا بھی وہی رفتار چلتے ہیں جو نجدیوں کی چال ہے۔ ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

جواہر القرآن میں غلام خان نے لکھا ہے کہ زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دیا یا اس کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھے تو سب افعال اُس پیر کی عبادت ہوں گے۔ اور اگر اسی اعتقاد کے ماتحت قرآن مجید یا دُرود شریف یا اعمالِ صالحہ نماز روزہ وغیرہ کرے تو ان کا کچھ بھی ثواب نہ ملے گا بلکہ وہ قرآن کریم اور نماز ان پر لعنت کریں گے۔

فائدہ: یہ فتویٰ صرف غلام خان کا نہیں بلکہ نجدی وہابی بعض دیوبندی اسی مرض میں مبتلا ہیں۔ اور نجدی موج میں آجائیں تو کُھلے بندوں

حرمین طیبین میں ایک ..... دوسرے کے سروں اور چہروں کو چومتے نظر آتے ہیں۔

اولاد کا چومنا تو ویسے بھی ہر جگہ عام ہے، بیوی کا بوس وکنار سے بھی یہ لوگ کسی سے پیچھے نہیں۔ حجرِ اسود کا بوسہ تو ہے ہی عبادت، تو وہ گوارا ہے تو محبوبانِ خدا کے ہاتھوں پاؤں کا چومنا بھی گوارا کر لینا چاہئے

سوال: ہاتھ پاؤں چومنے کی اجازت دینے میں دین الٰہی یعنی اکبر بادشاہ کے خرافات کو زندہ کرنے کے مترادف جبکہ اسے سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے عرصے سے دفن فرمایا۔ اسی لئے چاہیئے کہ یہ تقبیل الیدین والرجلین جائز ہی نہ ہو تاکہ اکبر بادشاہ کے دین الٰہی کا جزوِ اعظم یعنی زمین بوسی (سجدہ کرانے) کا احیاء نہ ہو۔ کیونکہ دین الٰہی کی ابتداء ہی اسی زمین بوسی سے ہوئی چنانچہ مُلا عبدالقادر بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں:

شیخ تاج دین ولد شیخ ذکریا، جو شریعت کا چنداں پابند نہ تھا، ایک مدت اکبر کی صحبت میں رہا اور اسے بہت سی خلاف شریعت باتیں سکھائیں۔ اس نے اکبر کے دماغ میں یہ بات بھی ڈالی کہ انسان کامل وقت کا خلیفہ ہوتا ہے اور وہ آپ کی ذات ہے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھا کر اسے خدائی کے مرتبے کے قریب بھی پہنچا دیا اور اسے سمجھایا کہ بادشاہ کا ادب فرضِ عین ہے اور اس کی ذات قبلہ حاجات ہے۔ اس پر اکبر نے سجدہ کرانا تجویز کیا اور اس کا نام زمین بوسی ٹھہرا۔

الجواب: یہ کہاں کا اصول ہے کہ ایک گمراہ بادشاہ کسی شرعی اصول کو

غلط طریق سے استعمال کرے تو سرے سے اصل شرع کو بھی ترک کر دیا جائے یا اس کی اصلاح کی جائے۔ کفار و مشرکین بھی طواف وغیرہ بعض اسلامی شعار کو غلط طریقے سے استعمال کرتے تو کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ترک کا حکم فرمایا؟ یا اس کی اصلاح فرمائی؟ چونکہ تقبیل الیدین وغیرہ ایسی متبرک چیزوں کو بوسہ دینا دینداری کی علامت ہے۔ یہاں تک کہ مخالفین کو بھی اس کا انکار نہیں۔ فرقہ دیوبند کے سردار جناب مولوی رشید احمد گنگوہی فتاوی رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحہ صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں

"تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا بھی ایسے ہی شخص کا درست ہے، حدیث سے ثابت ہے۔ فقط رشید احمد عفی اللہ"

جب اصول شرع میں بوسۂ متبرکات جائز ہے تو ایک مردہ وہم کو زندہ کرنے کا کیا معنیٰ؟ اگر اس وہم میں کچھ جان ہوتی تو فضلائے دیوبند تقبیل الیدین والرجلین اور تعظیم متبرکات کو کبھی نہ مانتے۔ کیونکہ دورِ حاضرہ کے وہمیوں سے وہ بڑے وہمی بلکہ امام المتوہمین تھے۔ جب وہ اس میں مبتلا نہ ہوئے تو دورِ حاضرہ کی وہمی کس قطار یا کس کھاتہ میں ہے۔

(سوال) فقہاء فرماتے ہیں کہ علماء کے سامنے زمین چومنا حرام ہے نیز جھک کر تعظیم کرنا حرام ہے کیونکہ یہ رکوع کے مشابہ ہے اور جس طرح تعظیمی سجدہ حرام ہوگیا تعظیمی رکوع بھی حرام ہوگیا اور جب کہ کسی کے پاؤں چومنے کے لئے اس کے قدم پر منہ رکھا تو یہ رکوع تو کیا سجدہ ہوگیا۔ لہٰذا یہ حرام ہے

درمختار کتاب الکراہت باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے:
وتقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء حرام لانہ
یشبہ عبادۃ الوثن۔ علماء اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا
یہ حرام ہے کیونکہ یہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔ اسی کے ماتحت شامی میں
ہے الایماء فی السلام الی قریب الرکوع کالسجود وفی
المحیط انہ یکرہ لاعضاء للسلطان وغیرہ وظاھر
کلامھم علی اطلاق السجود علی ھذا التقبیل ....
سلام میں رکوع کے قریب تک جھکنا سجدہ کی طرح ہے اور محیط میں ہے
کہ بادشاہ وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہے اور فقہا کا ظاہری کلام یہ
ہے کہ وہ اس چومنے کو سجدہ ہی کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کسی انسان کے آگے
جھکنا سجدہ ہے اور غیر خدا کو سجدہ کرنا شرک ہے۔ لہٰذا کسی کے پاؤں چومنا
شرک ہے۔ حضرت مجدد صاحب کو دربار اکبری میں بلایا گیا اور داخل ہونے
کا دروازہ چھوٹا رکھا گیا تاکہ اس بہانہ سے آپ اکبر کے سامنے جھک جاویں
مگر جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو آپ نے اولاً دروازے میں پاؤں
داخل کئے تاکہ جھکنا نہ لازم آجائے (یہ اعتراض انتہائی ہے اور عام دیوبندی
وہابی اسی کو پیش کرتے ہیں)

الجواب: مخالفین کی عادت ہے کہ عوام کو دھوکہ دیا جائے۔ دوسری
سب سے بری عادت یہ کہ عبارت ادھوری نقل کر دینا۔ یہاں یہی ہوا ہے

سجدہ کا مفہوم غلط بتایا گیا ہے۔ حالانکہ ہم مقدمہ میں بتا چکے ہیں کہ سجدہ
شرعی یہ ہے کہ زمین پر سات عضو لگیں، دونوں پنجے، دونوں گھٹنے،
دونوں ہاتھ اور ناک و پیشانی۔ پھر اس میں سجدہ کی نیت بھی ہو۔ عام
کتب فقہ کتاب الصلوٰۃ کی بحث میں سجدہ شرعی اس طرح لکھا ہے کہ
اگر بغیر سجدے کی نیت کے کوئی شخص زمین پر اوندھا لیٹ گیا تو سجدہ نہ
ہوا۔ جیسا کہ بعض وقت بیماری یا سردی سے چارپائی پر اوندھے پڑ جاتے
ہیں۔ (۲) سجدہ دو طرح کا ہے سجدہ تحیۃ اور سجدہ عبادت۔ سجدہ تحیۃ
تو کسی ملاقات کے وقت سجدہ کرنا اور سجدہ عبادت کسی کو خدا یا خدا کی
طرح جان کر سجدہ کرنا۔ سجدہ عبادت غیر اللہ کو کرنا شرک ہے۔ کسی نبی کے
دین میں جائز نہ ہوا۔ کیونکہ ہر نبی توحید لائے، شرک کسی نے نہیں پھیلایا۔ سجدہ
تحیۃ زمانہ آدم علیہ السلام سے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک تک جائز رہا۔
فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام
اور برادران حضرت یوسف نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ تفسیر روح البیان
پارہ ۱۲ سورۃ ھود زیر آیت وقیل بعدا للقوم الظلمین میں حضرت
ابوالعالیہ سے ایک روایت نقل کی کہ زمانہ نوح علیہ السلام میں شیطان
نے توبہ کرنی چاہی تو حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ شیطان سے
کہو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے۔ شیطان بولا کہ جب میں
نے آدم علیہ السلام کو زندگی میں سجدہ نہ کیا تو ان کی قبر کو کیا سجدہ کروں گا

سجدۂ تحیۃ منسوخ

اسلام نے اس سجدہ تحیۃ کو حرام فرمایا۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان کسی آدمی کو سجدہ تحیۃ کرے تو گنہگار ہے مجرم ہے، حرام کا مرتکب ہے، مگر مشرک یا کافر نہیں (تفصیل کیلئے دیکھئے "امام اہلسنت فاضل بریلوی کی تصنیف الزبدۃ الزکیہ)

اِن کان عَلٰی فجہِ العبادۃ والعظیم کفر وان علی رجہِ التحیۃ لاوصار اثما مرتکبا للکبیرہ۔ اگر یہ زمین چُومنا عبادت اور تعظیم کے لئے ہو تو کفر ہے اور اگر تحیۃ کے لئے ہو تو کفر نہیں۔ ہاں گنہگار اور کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ اسی عبارت کے ماتحت شامی نے اس کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔

غیر کے سامنے جھکنا، اس کی دو نوعیت ہیں۔ ایک یہ کہ جھکنا تعظیم کے لئے ہو جیسے کہ جھک کر سلام کرنا یا معظم شخص کے سامنے زمین چُومنا۔ یہ اگر حدِ رکوع ہے تو حرام ہے، اسی کو فقہا منع فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جھکنا کسی اور کام کے لئے ہو اور وہ کام تعظیم کے لئے ہو۔ جیسے کہ کسی بزرگ کا جُوتا سیدھا کرنا یا اس کے پاؤں چُومنا کہ جھکنا اگرچہ اس میں بھی ہے مگر جُوتا سیدھے کرنا یا پاؤں چُومنے کے لئے ہے اور وہ کام تعظیم بزرگ کے لئے یہ حلال ہے۔ اگر توجیہہ نہ کی جائے تو ہماری پیش کردہ احادیث اور فقہی عبارات کا کیا مطلب ہوگا! نیز یہ سوال دیوبندیوں کے بھی خلاف ہوگا کہ ان کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی پاؤں چُومنا جائز فرماتے ہیں۔ حضرت

مجدد صاحب قدس سرہٗ کا نہ جھکنا اسی سجدۂ غیر اللہ کے خطرہ سے تھا، کیونکہ دربار اکبری میں اکبر بادشاہ کو سجدہ کرایا جاتا تھا اور اکبر اس غرض سے آپ کو اپنے سامنے جھکانا چاہتا تھا، اسی لئے آپ نہ جُھکے ورنہ اگر آپ جُھک کر اس کھڑکی سے داخل ہوتے تو بھی آپ پر کچھ شرعی الزام نہ ہوتا کہ آپ کا مقصد اس جُھکنے سے تعظیم اکبر نہ تھی لیکن آپ نے اکبر کی شرارت کے انسداد کیلئے معمولی جُھکنا بھی گوارا نہ کیا (تفصیل ہم نے باب دوم میں لکھی ہے)

سوال: احادیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنگِ اسود کو بوسہ دے کر فرمایا انی اعلم انک حجر لا تنفع ولا تضرّ ولولا انّی رَءیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما قبلتُک ..... اے حجرِ اسود میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتّھر ہے۔ نہ نفع دے نہ نقصان اگر میں نے حضور علیہ السلام کو تجھے چُومتے ہوئے دیکھا نہ ہوتا تو مَیں تجھ کو نہ چُومتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگِ اسود کا بوسہ ناگوار تھا مگر چونکہ نص میں آگیا مجبوراً چُوم لیا۔ اور چونکہ ان تبرکات کے چُومنے کی نص نہیں آئی لہٰذا نہ چُومنا ہی مناسب ہے۔

جواب: یہ خیانت وہابیوں دیوبندیوں کے متعلق بہت بڑی مشہور ہے کیونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق ادھوری حدیث بیان کرتے ہیں حالانکہ حدیث کا مکمل مضمون وہ ہے جو مولوی عبدالحئی صاحب نے مقدمہ ہدایہ مذیلہ الہدایہ میں حجر اسود کے ماتحت اسی حدیث کو نقل فرما کر فرمایا کہ

حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ اے امیر المومنین حجر اسود نافع بھی ہے اور مضر بھی۔ کاش کہ آپ نے قرآن کی اس آیت کی تفسیر پر توجہ فرمائی ہوتی واذا اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم جب میثاق کے دن رب تعالیٰ نے عہد و پیمان لیا تو وہ عہد نامہ ایک ورق میں لکھ کر اس حجر اسود میں رکھا اور یہ سنگِ اسود قیامت کے دن آئے گا کہ اس کی آنکھیں اور زبان اور لب ہوں گے اور مومنین کی گواہی دے گا۔ لہٰذا یہ اللہ کا امین اور مسلمانوں کا گواہ ہے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا لا ابقانی اللہ بارضٍ لست فیها یا اباحسن۔ اے علی جہاں تم نہ ہو خدا مجھے وہاں نہ رکھے۔ معلوم ہوا کہ سنگِ اسود نفع و نقصان پہنچانے والا ہے اور اس کی تعظیم دین کی تعظیم ہے۔

(جواب ۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سنگِ اسود کو یہ خطاب اس لئے نہ تھا کہ آپ اس بوسۂ حجر سے ناراض تھے سنّت سے ناراضی کفر ہے بلکہ محض اس لئے کہ اہلِ عرب پہلے بُت پرست تھے ایسا نہ ہو کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اسلام نے چند بتوں سے ہٹا کر ایک پتھر پر ہم کو متوجّہ کر دیا۔ اس فرمان سے لوگوں کو فرق معلوم ہو گیا کہ وہ تھا پتھروں کا پوجنا اور یہ ہے پتھر کا چومنا پوجنا اور ہے اور چومنا اور۔

(جواب ۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کی تردید نہ کی بلکہ لا

تضر ولا تنفع کے لفظ سے جو سامعین دھوکا کھاتے اس کو صاف فرما دیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ بالذات یہ پتھر نفع اور نقصان کا مالک نہیں۔ جیسا کہ اہلِ عرب بتوں کو سمجھتے تھے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اس پتھر میں بالکل نفع و ضرر نہیں۔ تو حضرت فاروق کا فرمان بھی لوگوں کو سمجھانے کے لئے تھا اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی۔ اس کی مزید تفصیل و تشریح فقیر کی کتاب "التحریر العسجد فی تفصیل الحجر الاسود" میں دیکھیں۔

(جواب ۴) تعجب ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ یہاں تو سنگِ اسود کے بوسہ کے بقول تمہارے خلاف ہیں لیکن خود ہی حضور علیہ السلام سے انہوں نے عرض کیا کہ ہم مقام ابراہیم کو اپنا مصلّےٰ بنا لیتے کہ اس کے سامنے سجدہ کرتے اور نفل پڑھتے۔ ان ہی کی عرض پر یہ آیت آئی واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّی۔ مقام ابراہیم بھی تو ایک پتھر ہی ہے اس کے سامنے نفل پڑھنا اور سجدہ کرنا آپ کو پسند ہے۔ اس سے مزید تحقیق و تفصیل کی ضرورت نہیں ویسے فقیر نے "احسن البرکات فی التبرکات" اور دیگر رسائل میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

(بہاول پور)

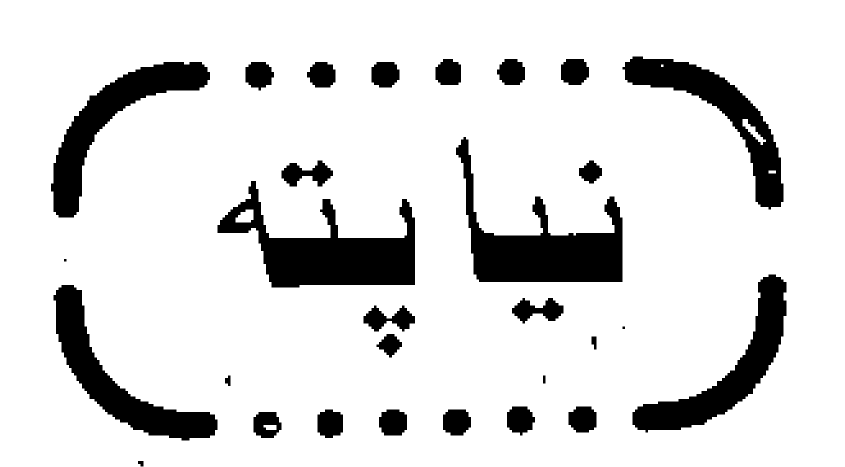
اطلاع عام

ادارہ قطب مدینہ کی طرف سے تمام قارئینِ کرام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ہمارے ادارہ کا پتہ تبدیل ہو چکا ہے۔

تمام قارئین، عوام و خواص پرانے پتہ

بیت العلم، اسٹوڈنٹ بازار پر خط و کتابت نہ کریں۔

بلکہ خط و کتابت کے لئے اس نئے پتہ کو استعمال کریں۔



ادارہ **قطب مدینہ**

دفتر: ٹریڈ ایونیو، کمرہ نمبر 48-47، میزانائن فلور، حسرت موہانی روڈ،

نزد چیمبر آف کامرس، کراچی

Mobile #: 0303-7286258

www.trueteaching.com